کرن کرن روشنی

(نظمیں)



ندا نواز

80

کرن کرن روشنی

(نظمیں)

ندا نواز

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

''اس کتاب کی طباعت کیلئے جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز سے مالی امداد حاصل کی گئی ہے۔اس کتاب میں ظاہر کی گئی آراء سے کلچرل اکیڈیمی کا بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی تعلق نہیں اور نہ اس ضمن میں کلچرل اکیڈیمی پر کوئی ذمہ داری عائد ہوگی'' (ندانواز)

KIRAN KIRAN ROSHNI

(Poetry)

by: Nida Nawaz

Mob. 09797831595, 0776610936

E-mail: nidanawazbhat@gmail.com

nidanawaz27@yahoo.com

Blog: nidanawaz.blogspot.com

Year of Edition 2017

ISBN 978-93-86486-59-2

₹ 450/- (Library Edition)

₹ 200/- (Student Edition)

نام کتاب	:	کرن کرن روشنی
مصنف	:	ندانواز
سنہِ اشاعت	:	۲۰۱۷ء
قیمت	:	۴۵۰ روپے (لائبریری ایڈیشن)
		۲۰۰ روپے (عام ایڈیشن)
تعداد	:	۵۰۰
سرورق	:	کنوررویندرا
کتابت	:	ضمیر اندرابی
مطبع	:	روشان پرنٹرس، دہلی۔۶

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6(INDIA)

Ph : 23216162, 23214465, Fax : 0091-11-23211540

E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com

website: www.ephbooks.com

انتساب

اُس ثریا بخت کے نام
جسکی پازیبی جھنکار کو
میں
ہمیشہ اپنے دل کے آس پاس
محسوس کرتا ہوں۔

"میرے چنار کی پوری چھاؤں

بھیڑیوں کی زہر اُگلتی زبان کے نیچے آئی ہے

اور میں ٹھیک اُسی جگہ

رات کے

اندیشوں، خوف اور غیر یقینیت کے بیچ

ایک تریاق کی تلاش میں ہوں"

فہرست

روشنی کی اور ......

پچھلے چند برسوں سے نِدا نوازؔ کا کلام رسالوں، اخباروں اور فیس بک کے ذریعہ نظر نوازؔ ہوا اور میری دلنوازی کا باعث بن گیا۔ کشمیر کے ادبی حلقوں میں اُن کا خاصا چرچا ہے، جسکی ایک وجہ اُن کی ہندی نوازی بھی ہے (اُن کا ایک سرکردہ ہندی قلم کار ہونا بھی ہے)۔ اور دوسری وجہ ندرتِ خیال اور جدتِ اظہار ہے۔ نِدا نوازؔ ایک سنجیدہ شاعر ہے اور یہی سنجیدگی اُن کے کلام میں ایک طرح کا علمی تحیّر اور ایک خالص فکری تعمق پیدا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئی ہے۔ وہ خدانخواستہ کسی خاص نظریۂ فکر یا منشور کو سامنے رکھکر شعر کو جنم نہیں دیتے بلکہ اُن کا فکری کینواس کافی وسیع ہے اور کبھی کبھی یہ وسعت سمیٹنا دشوار ہو جاتا ہے اور شعری پیکروں کے تراشنے کے عمل میں ایک بکھراو سا آجاتا ہے مگر پیکر کی تکمیل کے ساتھ ہی یہ بکھراو، یہ پھیلاو ایک ارتکازی نقطے پر مرکوز ہو جاتا ہے۔ بکھراو کی اس کیفیت نے نِدا کے اشعار کو بوقلمونی اور تنوع کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ نِدا بنیادی طور پر نظمِ جدید بالخصوص نثری نظم کا شاعر ہے۔ اس کے مضامین کا تعلق زمینی حقیقتوں سے ہوتے ہوئے بھی سطحی یا سپاٹ نہیں ہے۔ اس طرح اسکے کلام کی جدت اسے اپنے معاصرین سے بالکل الگ کر دیتی ہے

اور ایک غیر معمولی مقام پر کھڑا کرتی ہے۔اس کی جدت طرازی اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ وہ ایک نئے اندازہ بیان کی تلاش میں شعوری سطح پر نہ صرف کوشاں ہے بلکہ کامیاب بھی ہورہا ہے۔الفاظ کے برتاو اور زبان کے آزمودہ طور طریقوں سے ہٹ کر وہ ہندی کے مزاج کو اردو لہجے کی گھلاوٹ میں بڑی کامیابی کے ساتھ سمودیتا ہے،اس طرح ایک نئے انداز بیان کی شعوری کاوش رنگ لاتی ہے۔نظم جدید کے امام اور عملی تنقید کے اعلیٰ پایے کے نقاد میراجی جب کسی نظم پر نکتہ چینی کرتے ہیں تو وہ شاعر کی ذات کو فن پارے سے خارج کردیتے ہیں۔فن پارہ ایک اکائی بن کر ابھرتا ہے اور میراجی اسکو مختلف زاویوں سے پرکھتا ہے۔فن پارے کے روشن اور مخفی گوشوں،کونوں کو پوری توجہ سے پرکھتا ہے اور اسکے حسن و قبح کو منظر عام پر لاتا ہے۔ دراصل فن پارے کی صحیح پرکھ کے لئے ضروری ہے کہ اُسکو ایک الگ اکائی کے طور پر تجزیے کی کسوٹی پر دیکھا جائے۔

ندا نوآز کے مجموعے کی پہلی نظم " کرن کرن روشنی "پر ہی کتاب کا نام بھی رکھا گیا ہے۔یہ نظم سات بندوں پر مشتمل ہے،سات کا ہندسہ کئی اعتبار سے اہم اور منفرد تصور رکھتا ہے۔سات سُروں کا بہتا دریا......سات دن کی مشقت......سات راتوں کا رومانس......سات سمندروں کا سفر......سات رنگوں کا قوسِ قزح......سات زمینیں وغیرہ وغیرہ۔اس نظم کا بنیادی خیال انسانی زندگی کی تکمیل اور ارتقاء کے اصول سے مشتق ہے۔تخلیقی سطح پر نظم ایک منفرد انداز سے آگے بڑھتی ہے اور زندگی کے مدارج

سمجھاتے سمجھاتے، بتدریج ایک مربوط علامتی اور استعاراتی نظام قایم کر کے ایک اعلیٰ تمثیلی فن پارے کی صورت اختیار کرتی ہے۔ ہیت کے اعتبار سے مصرعوں کا تعین غیر شعوری طور پر ہوا ہے اور نظم کی تکمیل ایک سلسلہء کوہسار کی طرح ابھرتی ہے، جس کے دامن میں ایک لق و دق صحرا ہے۔ اور کوہسار کی چوٹیوں سے آبشار گرتے ہیں۔ صحرا میں کبھی نخلستان دکھائی پڑتے ہیں، کبھی محض سراب کی صورت پیاس کی شدت کم کرتے ہیں مگر اُسکو بجھا نہیں پاتے۔ یہی زندگی کی تڑپ اور اضطرابی کیفیت کا ایک ایسا امتزاج ہے جو نظم میں حرکت اور توانائی کی صفات کو داخل کرتا ہے۔ " کرن کرن روشنی " نام کی اس نظم میں چکا چوند نہیں۔ پردہء چشم پر روشنی کے نشان نظر آتے ہیں۔ کہیں کرنیں شکستہ ہیں اور کہیں ٹوٹ کر جُڑتی نظر آتی ہیں۔ کبھی یہ کرنیں جال بُنتی ہیں تو کبھی جالیوں سے چھن کر آتی ہیں۔ کبھی یہ کرنیں بادلوں کی طرح نقاب سے جھانکتی ہوئی صورت بن جاتی ہیں۔ اس بہترین اور خالص استعاراتی سانچے میں، زندگی کا کرب، روح کی بے قراری اور سکون کی ایک عجیب و غریب کیفیت پوشیدہ ہے۔ اس نظم کے پہلے بند کے یہ مصرعے ملاحظہ کریں۔

میں تعاقب کروں گا تمہارا
اَبدیت کی آخری سرحد تک
وہیں جہاں خیمہ زَن ہوتا ہے
آفاقی سچائی کا مرکزی کارواں

میں تمہیں مانگوں گا اُس سے

جس کو تم پوجتے ہو۔۔۔۔۔۔

ازل سے ابد تک " جھولا رواں " ہے ۔یہ گردشِ مہ و سال، یہ فکر و احساس، یہ سفر میں ایک ہم آہنگی اور کبھی کبھی بادِ مخالف کی بے ہنگم تندی۔۔۔۔زندگی کی اصل تفسیر ہے۔نِدا نوآز کے مجموعہ کلام میں دراصل پہلی نظم " کرن کرن روشنی" ایک کلیدی رمز ہے اور دوسری نظمیں اسی روشنی سے پھوٹی ہوئی باقی ماندہ لمحات کا درجہ رکھتی ہے۔

نئ نسل کے شعراء اردو کی سخت جانی سے واقف ہیں ،انہیں معلوم ہے کہ اردو ادب تخلیق کرنے والا کسی کمپیوٹر کمپنی میں یا ہسپتال میں بُلڈ ٹیسٹ کرنے والا ٹیکنیشن سہی، مگر جب شعر کہنے پر آئے تو کمار پاشی ،میر اور منیر کی طرح بڑے بڑے شیروں کو پچھاڑ دیتا ہے ۔۔بہر حال میں بھی ندا نوآز کی نظم کی بھول بھلیاں میں کچھ زیادہ ہی بہک گیا اور بات کو کہاں سے کہاں تک لیا۔

آج سے لگ بھگ 70 سال پہلے میرا جی نے شاعروں کی تین قسمیں بتائی تھیں۔پہلی وہ جو بالکل کاہل اور سُست ہیں ،دوسری وہ جو ذہین اور حساس ہیں اور تیسری وہ جو قدامت پرست ہیں۔اُن کے نزدیک دوسرا گروہ جو ذہین اور حساس ہیں، صحیح معنوں میں ترقی پسند ہے اور اس میں روح حیات اور فطری طرزِ زندگی ہے۔نِدا نوآز آزانہ زندگی کو تخلیقی عمل کے لئے ناگزیر گردانتے ہیں۔اسکے یہاں روایتی ابہام مفقود ہے اور

وہ جدید شاعری یا پس جدید شاعری کا راستہ اختیار کر کے اپنی انفرادی نفسیات کو موزوں اور مناسب طریقے سے برتنے کے عمل میں محو ہے۔اسکے یہاں ایک فطری تسلسل ہے جو قاری اور شاعر کے درمیان ایک تعلق پیدا کرتا ہے۔اس طرح سے قاری بھی شاعر کے تجربات میں بالواسطہ شریک ہو جاتا ہے۔

" کرن کرن روشنی " کی دیگر نظموں میں بھی جدت طرازی کا پہلو نمایاں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ کوئی تو ہے جو غزل کے چوکھٹے سے بھاگ کر کھُلی فضاء میں سانس لینا چاہتا ہے۔غزل اب کل کا حصہ بن چکی ہے۔ ایران میں مفقود، مغرب سے غائب۔ لے دے کے اردو میں کیفیت اور کیمیت کے لحاظ سے زندہ و جاوید ہے۔اس غزل پرستی کے دور میں غزل گو حضرات کے تسلط سے آزاد ہو کر نظم کی خارزار راہوں پر چلنا بچوں کا کھیل نہیں بلکہ یہ کام دیدۂ بینا کا ہے۔

جس زبان سے تجربے غائب ہوتے ہیں وہ زبان زیادہ دیر تک شاعر کا ساتھ نہیں دے پاتی، یہ میرا ماننا ہے۔ندا کی شاعری میں سرگوشیوں کے خزانے بھی ہیں ، پرندوں کے زمزمے بھی ہیں، خواب بھر آنکھیں بھی ہیں، آنکھ بھر خواب بھی، کاک ٹیل، عروس بہاراں بھی۔۔۔ مانوسیت کے صدقے بھی۔ندا نوازؔ کے کلام میں مصلحت نام کی نہیں۔ اُس کے کلام میں تجربے کی سچائی اور گہرائی کے علاوہ جدید علوم اور سائینسی انکشافات بھرپور انداز میں دکھائی دیتے ہیں۔ بقول کسے نثری نظم اردو شاعری میں اجتہاد کا درجہ رکھتی ہے اور یہ اعزاز بیک وقت مختصر نظم، غیر مقفیٰ، آزاد نظم اور

نثری نظم کو حاصل ہے۔ یہ نظمیں جن نئے علوم سے متاثر ہوئی ہیں اُن میں نفسیات، تحلیل نفسی اور معاشرتی اور معاشی تجزیے شامل ہیں۔ نظم نگاروں نے زبان سے تکلفات کا عنصر مٹا کر، مضمون کو اپنی اصلی صورت میں پیش کیا۔

مجھے خوشی ہے کہ نِدا نوآز کے مجموعے میں چھوٹی نظموں سے لیکر طویل، معریٰ سے لیکر آزاد، سبھی طرح کی نظمیں شامل ہیں۔ نِدا نوآز کی نظمیں سننے کی نہیں بلکہ پڑھ کر سمجھنے کی ہیں۔ نیا پن بعض اوقات لکھنے والے کا وبال اور پڑھنے والے کی پریشانی بن جاتا ہے لیکن نِدا نوآز کے لہجے میں یا اندازِ اظہار میں ایسا کوئی بوجھل پن نہیں جس سے آپ اُکتا جائیں بلکہ اس میں آپ کو سوچنے پر اُکسانے کی ایک سے زیادہ وجوہات ہیں۔ مجھے اُمید ہی نہیں بلکہ اس بات کا پکا یقین ہے کہ نِدا نوآز کی نظم اُس کا ساتھ نہیں چھوڑے گی چاہے وہ اسے چھوڑنے پر آمادہ بھی ہو جائے۔

(فاروق نازکی)

شیو پورہ سری نگر۔ کشمیر

وادئ کشمیر کی ایک اہم ادبی شخصیت

ڈاکٹر ندا نوازؔ

جس طرح ڈاکٹر ندا نوازؔ ایک خوبصورت نام ہے اسی طرح اُن کے مجموعہ کلام کا نام بھی خوبصورت اور پُرکشش ہے۔ " کرن کرن روشنی " کے نام سے یہ مجموعہ قارین کے رُو بہ رُو ہے۔ خوبصورت اور پُرکشش سے میری مُراد حسن باطن ہے، حُسن ظاہر نہیں ۔ آج کے دور میں ایسے شعری مجموعے نظر سے کم گُزرتے ہیں جنہیں حُسنِ باطن کے دائرہ میں لایا جا سکے۔ اُردو شاعری کی وہ قدریں جن میں فکر وفن، الفاظ کی نشست و برخاست اور حُسنِ بیاں کے علاوہ شعریت شامل تھی اب عنقا ہو چکی ہیں۔ آج کے دور میں زیادہ شعراء تخلص کے گنہہ گار ہیں اس کے باوجود وہ اس کی پوری قیمت وصول کر رہے ہیں لیکن ایسا صرف سرکاری سطح پر ہے۔ اس کے برعکس ندا نوازؔ جیسے شاعر بھی ہیں جو نہ صرف دل و جاں سے ادب کی خدمت میں مصروف ہیں بلکہ اُن کی زندگی اس خدمت کے لئے وقف ہے۔ میں ندا نوازؔ کی ہندی شاعری کا خود بھی مطالعہ کر چُکا ہوں جو منفرد اور بے حد مقبول ہے۔ میرے لئے سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ موصوف ہندی کے ایک مستند ادیب و شاعر ہونے کے باوجود اُردو شاعری کی طرف راغب ہیں۔ اُن کا زیر نظر شعری مجموعہ مطالعہ کرنے کے بعد یہ شک

بھی نہیں گذرتا کہ وہ ہندی کے اہم شاعر ہونگے، کیونکہ ہندی اور اُردو دونوں زبانوں کا مزاج الگ الگ ہے ندا صاحب کو اُردو پر بھی وہی دسترس حاصل ہے جو اُنہیں ہندی پر ہے۔ یہ واقعی ایک حیرت خیز بات ہے۔ وہ ہندی ادب میں ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔ مجھے ایک بات کی اور بھی حیرت ہے کہ وہ اتنا اچھا شاعر ہونے کے باوجود غزل کی طرف مائل کیوں نہیں ہو سکے۔ لیکن ایسا ہونا کوئی ضروری بھی نہیں۔ اُنہوں نے اپنے جذبات اور مشاہدات کے اظہار کے لئے نظم کو اپنایا ہے۔ اس سے ایک بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اُنہوں نے چونکہ ہندی میں نظم کی صنف کو اپنایا ہے اس لئے اُردو میں نظم کی طرف راغب ہونا قدرتی امر ہے۔

جہاں تک زیرِ نظر مجموعہ میں شامل اُن کے کلام کا تعلق ہے اس میں بڑی عمدہ اور میٹھی ہوئی زبان پائی جاتی ہے۔ اُن کے جو خیالات نظم کی صورت میں اُجاگر ہیں نہایت پاکیزہ اور بلند ہیں۔ استعمال کیے گئے الفاظ کی نشست و برخاست بھی داد طلب ہے۔ اِن کے موزوں استعمال نے کلام میں شعریت پیدا کر دی ہے۔ قاری اُن کے مجموعہ کلام کو جب پڑھنا شروع کرتا ہے تو اسے مکمل کئے بغیر نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسا طلسم بہت کم شعرا کے کلام میں ہوتا ہے۔ میں ندا نوازؔ صاحب کی شخصیت سے بھی بہت متاثر ہوا ہوں۔ ملاقات میں اُن کی خامشی طویل گفتگو کی حامل تھی۔ دوسرے الفاظ میں اُن کی اپنی شخصیت بھی اُن کے کلام میں عکس ریز ہے۔ ایسا اُسی صورت میں ہوتا ہے جب شاعر قدرتی شاعر ہو۔

یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وادیٔ کشمیر کا قدرتی حُسن اُن کی نظموں میں شعریت کی شکل میں نمایاں ہے۔ میں یہاں ایک اور بات کہنا چاہوں گا کہ اُن کا کلام پڑھ کر ہرگز یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ "کرن کرن روشنی" اُن کا اولین اُردو شعری مجموعہ ہے۔ ایسا

میں؛ اُن کی پختہ کلامی کے پیش نظر کہہ رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اُن کا آئندہ مجموعہ بھی اُن کی مشاقی کا بہترین مظہر ہوگا۔ اُن کی ذات سے ہمیں بہت سی توقعات رکھنی چاہیں۔ موصوف ہندی کی طرح اُردو میں بھی اپنا الگ اور مستند مقام بنائیں گے اور مشاق شاعر کی طرح اُبھریں گے۔ آج کے دوُر میں شاعروں کی بھرمار ہے۔ ہر کوئی اپنی الگ دکان سجائے بیٹھا ہے اور برسَرِ اقتدار سیاست دانوں تک رسائی حاصل کرکے اُردو کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ کہیں اس میں مذہب کا سہارا لیا جاتا ہے تو کہیں سیاست کا۔ اُسے کوئی مقام حاصل ہو یا نہ ہو لیکن اُس کا شمار کامیاب ادیبوں اور شاعروں میں ہوتا ہے۔ اس کا ایک ردِعمل یہ بھی ہوا ہے کہ جو ادیب اور شاعر صحیح معنوں میں ادب کی خدمت میں مصروف ہیں وہ پسِ منظر میں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس کے باوجود جن ادیبوں اور شاعروں کی زندگی ادب کے لئے وقف ہے، رہے گی۔ بعض باتیں وقتی طور پر اثر انداز ہوتی ہیں بعد میں اُن کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن ادب کو اس سے بہت نقصان پہنچتا ہے۔

اس مجموعہ میں سب سے پہلی نظم " کرن کرن روشنی " ہے۔ یہ نظم اس مجموعہ کے نام کے طور پر بھی ہے۔ نظم کافی طویل ہے اور قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ اس نظم کے 7 بند ہیں۔ یہاں یہ مسلہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سے بند کا حوالہ دیا جائے اور کسے نظر انداز کیا جائے۔ بہر حال میں چوتھے بند کا حوالہ دینا چاہوں گا جس میں تقدس کے علاوہ زبان و بیان کی خوبیاں واضح ہیں۔ خیالات کی روانی بھی ہے، بڑے موزوں الفاظ ہیں جو قاری کو بھی اپنے ساتھ بہالے جاتے ہیں۔

تمہاری مُسکان بخشتی ہے

پھولوں کو کھلنے کا سلیقہ

تمہاری سرگوشیوں سے
جان آجاتی ہے بنجر زمینوں میں
تمہاری ہی نغمگی سے
آبشاروں میں روانی ہے
اور تمہارے خراماں قدم
سنوارتے ہیں راستوں کا مقدّر

حق بات تو یہ ہے کہ تمام نظم اس قابل ہے کہ اس کا مکمل حوالہ دیا جائے لیکن طوالت کے پیشِ نظر ایسا مشکل ہے۔ اس مجموعہ میں " کاک ٹیل " بھی قابلِ توجہ نظم ہے۔

کاک ٹیل

چاندنی رات کی گہری خامشی میں
تُمہاری معصومیت اور شوخی کے کاک ٹیل کو
اپنے جامِ تخیّل میں اُنڈھیل کر
اور اپنے لبِ احساس سے لگا کر
کوثری بیخودی کی جن رفعتوں سے
میں آشنا ہو جاتا ہوں
اُن تک پہنچنے میں
خضر کو بھی ہزاروں سال لگے ہونگے۔

اس نظم کی کہاں تک تعریف کی جائے۔ معصومیت اور شوخی کی کاک ٹیل نے نظم میں کیا سماں باندھا ہے اس سے نظم میں نیا پن پیدا ہوا ہے۔ " کرن کرن روشنی "

کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس میں شامل چاہے کوئی نظم طویل ہو چاہے مختصر دونوں یکساں طور پر متاثر کرتی ہیں۔ میں بڑی ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ندا نوازؔ وادیٔ کے شاعروں کے کارواں سے اپنا راستہ الگ تھلگ اختیار کئے ہوئے ہیں اور یہی بات اُنہیں اپنے عصری شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔

''نخلستان'' بھی بے حد پیاری نظم ہے۔اُن کی ایک مختصر نظم "تلچھٹ" کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ملاحظہ کیجیے۔

اُس نے مجھے
تلچھٹ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے
مگر وہ کم ظرف نہیں جانتا
کہ جام میں موجود آخری چسکی
زیادہ کڑوی بھی ہوتی ہے
اور سرور آمیز بھی۔

اُن کا کلام پڑھنے کے بعد یہ بات یقیناً ذہن میں اُبھرتی ہے کہ اُنہیں بڑا صحت منداد بی ماحول نصیب ہے۔لیکن یہ اُن کا اپنا ذہنی ماحول بھی ہو سکتا ہے۔ بہت کم ادیبوں اور شاعروں میں ایسی صلاحتیں بھی ہوتی ہیں کہ وہ ماحول کو خود پیدا کرتے ہیں اور اُسے متاثر بھی کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں۔ اس لئے میں اس مختصر سی نظم "اُمید" کے ساتھ قارین سے اجازت چاہتا ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ " کرن کرن روشنی " کی وہ پزیرائی ہو جس کا یہ مجموعہ مستحق ہے۔

اُمید

ہم نے حافظے کے طاق پر
ماضی کی مُسکراہٹوں کو
اُس سلیقے سے سجا رکھا ہے
کہ حال کی غیر یقینی
اور مستقبل کے خدشات سے
بچنے کی خاطر
ضرورت پڑنے پر اُنہیں
اوڑھ تو سکیں
کچھ جی تو سکیں۔

(عرش صہبائی)
53۔ ریشم گھر کالونی جمّوں۔180016

ندا نوآز......کرن کرن روشنی

ندا نوآز کو میں نہ صرف بہت ہی قریب سے جانتا ہوں بلکہ میں ان کی تخلیقی اور تحقیقی صلاحیتوں کا دِل سے معترف بھی ہوں۔ نِدا نوآز کے ساتھ میرا تعلق اُن دنوں سے ہے جب کہ وہ ادب کے آسمان میں پہلی اڑان بھرنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ ہندی کے ساتھ ساتھ اردو میں شعر لکھنے کی طرف مائل ہو رہے تھے اور ساتھ ہی کشمیری میں بہت ہی اچھے افسانے بھی لکھنے لگے تھے۔ ہندی شعر و ادب کی طرف ان کا جھُکاو اور پھر اس میدان میں ندا نوآز کی ندرت اظہار دیکھ کر باقی دوستوں کے ساتھ ساتھ میں نے بھی اُنہیں ہندی شعر و ادب کو کُلی طور پر اپنانے کا مشورہ دیا۔ اور ایک ن ندا نوآز کے ہاتھ میں ہندی نظموں کا خوبصورت گلدستہ تھا۔ مجھے یہ افتخار حاصل ہے کہ ندا نوآز نے ان نظموں کے لئے میرا تجویز کیا ہوا نام "اکھشر اکھشر اکت بھرا" پسند کیا۔

''اکھشر اکھشر رکت بھرا'' مجموعے کی نظموں میں جو بانکپن اور بے ساختگی میں نے دیکھی تھی وہی اب مزید صیقل ہو کر اردو نظموں میں پورے شباب کو پہنچ گئی ہے۔ وہی استعارے کی ندرت، وہی پیکروں کی جدّت اور وہی علامتوں کی سج دھج " کرن کرن روشنی "میں نکھر کر سامنے آگئی ہے۔

ندا نوآز کی شعری کائینات کے بارے میں میرا یہ تاثر روز بہ روز مستحکم ہو رہا ہے کہ ندا نوآز سچویشنز (Situations) خلق کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ الفاظ کی تجسیم کاری کے ذریعے ایسی جہانوں کی سیر کراتے ہیں کہ قاری/ سامع حیرت اور مسّرت کی ان دیکھی دُنیاوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

ندا نوآز کی ابتدائی افسانہ نگاری سے لے کر آج کے زمانوں کی اُن کی نظموں کو دیکھ کر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ انہوں نے اگر چہ روایت سے کما حقہ استفادہ کیا ہے لیکن انہوں نے روایت کو اپنے اوپر لادنے سے ہمیشہ گریز کیا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنا راستہ بنانے کی کوشش کی ہے اور اُسمکا میاب بھی ہوئے ہیں۔ کشمیری اور اردو سے ہندی کی طرف مراجعت اور ماوراء کے بجائے عقلیت پسندی کی طرف اُن کا رجحان اس بات کی دلیل ہے کہ ندا نوآز روندھے ہوئے راستوں پر چلنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ ندا نوآز کے موضوعات میں انسان دوستی سب سے اہم موضوع ہے۔ بنیادی طور پر یہ عقلیت پسندی کی ہی ذیل میں آتا ہے۔ یہاں یہ بات کرتا چلوں کہ ندا نوآز شعر و ادب کے ساتھ ساتھ سائینس اور فلسفہ کے ساتھ بھی وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روشن خیالی، عقلیت پسندی (Rationalism) کے نتیجے کے طور پر انسان دوستی ان کا مرغوب موضوع بن کر سامنے آیا ہے۔ لیکن سب سے حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ ندا نوآز نے نری عقلیت پسندی سے کام نہیں لیا ہے بلکہ ان موضوعات کو صحیح معنوں میں شعر کے خوبصورت سانچے میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ اُن کے یہاں تلخ ترین حقیقت کو

بھی خوبصورت پیکروں میں پیش کرنے کی مستحسن مثالیں ملتی ہیں۔

چنانچہ ندا نوازؔ سائینسی مزاج کے ساتھ ساتھ ایک رومان پرور دِل کے بھی مالک ہیں۔ یہ رومان پروری ہمیں ان کے یہاں قدم قدم پر ملتی ہے۔ان میں ہجر کا درد بھی ہے اور وصل کا انتظار بھی ہے، وقت کی ناقدری کا گلہ بھی ہے اور اپنی سخت جانی کا مظاہرہ بھی ہے، اس میں لب ورخسار بھی صاف طور پر نظر آتے ہیں لیکن ان کے پیچھے چھُپا ہوا درد بھی عیاں طور پر محسوس کیا جاتا ہے۔

ندا نوازؔ کی ایک اور خصوصیت ان کی نثر نگاری بھی ہے۔اُن کی ہندی زبان میں لکھی ہوئی ڈائیری گذشتہ تین دہائیوں پر محیط کسی بھی عام کشمیری کا روز نامچہ ہے۔میرے خیال میں ندا نواز کی زیرِ نظر مجموعے میں شامل نظمیں اُسی روزنامچے کا خوبصورت شعری روپ ہے۔ندا نوازؔ نے یہ درد نہ صرف کئی طرح سے محسوس کیا ہے بلکہ اس کو مختلف انداز میں پیش بھی کیا ہے۔اور میری رائے میں ندا نوازؔ درد کے اس ایک مضمون کو سو رنگ میں باندھنے میں سرخ رو ہوئے ہیں۔

" کرن کرن روشنی" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ ان خوبصورت نظموں میں چھپے درد اور کسک کو ضرور محسوس کریں گے اور ندا نوازؔ کے منفرد اسلوب کی خوب پزیرائی کریں گے۔

(ڈاکٹر نذیر آزادؔ)

ہُمہ ہامہ، بڑگام کشمیر

کرن کرن روشنی

میں تعاقُب کروں گا تُمہارا
اَبدیت کی آخری سرحد تک
وہیں جہاں خیمہ زَن ہوتا ہے
آفاقی سچائی کا مرکزی کاروں
میں تمہیں مانگوں گا اُس سے
جس کو تم پوجتے ہو
وہ محبّتوں کا خداوند
جس کا پتہ مجھے ملا
تمہاری ہی پیشانی کی
کتاب میں
جس کی مقدّس روشنیوں کا ہالہ

میں نے
تمہارے ابرو کے گُنبد سایے میں دیکھا
میں خوشبوؤں کا تعاقب کرتے
پہنچ جاوں گا تُم تک
رُوحوں میں بسیرا کرنے والی
اے مقدّس روشنی

☆

تُمہیں جب سوچتا ہُوں
اے مقدّس روشنی
میرے تصّورات کے آسمانوں پر
چمک اُٹھتے ہیں ہزاروں سُورج
میری نسّوں کے جل ترنگ میں
مہک جاتی ہے پاکیزہ خوشبو
میرے ہر قطرۂ خوں میں
جھنک اُٹھتے ہیں ملکوتی نغمے
تُمہیں جب سوچتا ہُوں
ثنا خواں ہوتی ہے

ہر دھڑکن
میری آنکھوں میں رقصاں ہوتے ہیں
طِلسمی منظر
سنور جاتی ہے قسمت
میری سوچوں کی
تمہیں جب سوچتا ہوں
پھول کِھل اُٹھتے ہیں
فہم وادراک کے گلستان میں
سُلگ جاتی ہیں سانسیں
نورِ عرفاں کی تپش سے
اور میری لُکنت زدہ زبان سے
رواں ہوتے ہیں افکار کے تسنیم وکوثر
میری سوچوں پہ جب تک کرم تمہارا
لُٹاتا جاوں گا نغمے دو جہاں کے
میں تعاقب کروں گا تُمہارا
ابدیت کی آخری سرحد تک
روحوں میں بسیرا کرنے والی

اے مقدّس روشنی

☆

بخش دیتی ہو ہریالی کا تحفہ
میرے سوکھے ہوئے جذبات کو تُم
طلاطُم خیز ہو جاتی ہیں لہریں
میرے دل کے بحرِ بیکراں کی
میرے عشق کی ہر اِک رفعّت کو
دعائیں بھیج دیتے ہیں ملائیک بھی
تُمہاری رنگ و بُو ہیں پھول پتّے
تمہاری جستجو ہے ہر ذرّے میں
رُخِ مہتاب ہے بس عکس تُمہارا
وہ تارے، جھلملاتا تُمہارا آنچل
بادِ بہاراں ہے اک لمس تُمہارا
دھنک رنگ نظارے، نظر کا ہیں جادو
میں گمنام مسافر بے نام راستوں کا
طلبگار ہوں بس تُمہاری قربت کا
بکھر گیا ہوں سمیٹ لے مجھ کو

اُڑان بھر دیں تُمہارے فلک پر
میری دعا کی اَبابیلیں
صحیفہ دل پر اک بار اپنے
میرے نام کو بس رقم کر دو
میں تعاقب کروں گا تمہارا
ابدیت کی آخری سرحد تک
روحوں میں بسیرا کرنے والی
اے مقدّس روشنی۔

☆

تمہاری مُسکان بخشتی ہے
پھولوں کو کھلنے کا سلیقہ
تمہاری سرگوشیوں سے
جان آجاتی ہے بنجر زمینوں میں
تمہاری ہی نغمگی سے
آبشاروں میں روانی ہے
اور تمہارے خراماں قدم
سنوارتے ہیں راستوں کا مقدّر

تمہاری ہی دھڑکن
بج اُٹھتی ہے ذرّے ذرّے میں
اور تمہاری مسیحائی نظر سے ہیں
موسم بہاراں کے مناظر
تمہاری گردِ پا کا سُرمہ
چشمِ دروں کی بینائی
مُجھے سرشار کر اپنی قربت سے
اپنی خلوت سے
کہ میری خزاں زَدہ زندگی کا
موسم بھی بدل جائے
کہ میرے فہم وادراک کے اندھیروں میں
فروزاں ہو
تُمہارے ہی نام کا بدرِ کامل
پلادے مجھے اپنے آبِ حیات کا پیالہ
کہ مٹ جائے میری آنکھوں میں بسی
صدیوں کی پیاس
میں تعاقب کروں گا تمہارا

ابدیت کی آخری سرحد تک
روحوں میں بسیرا کرنے والی
اے مقدّس روشنی۔

☆

تمہیں میں چاہتا ہوں
سبھی چاہتوں سے پرے
کہ باغِ بہشت کی وہ غزال ہو تُم
جسکا نافہء دل
سرچشمہ ہے کائینات کی سبھی خوشبوؤں کا۔
یا ہو محبتوں کے طاق پر
کمخواب میں لپٹا
وہ مقدّس صحیفہ
جسکی آیتوں میں ہے پوشیدہ
تلاشَ حق کا مرکزی راستہ۔
تمہیں میں چاہتا ہُوں
سبھی چاہتوں سے پرے
تمہارے رُخ آفتاب سے

لیتے ہیں اُدھار روشنی
سبھی کہکشاؤں کے سورج، چاند، تارے
اور تُمھاری زنبیلِ دل میں
دردِ عشق کا
نسخہء کیمیاہ ہے چھُپا۔
تمہیں میں چاہتا ہُوں
سبھی چاہتوں سے پرے
کہ تمہارے گیسوؤں کے
بادلوں کی اوٹ میں
چاند چہرے کے اُس پار
رقصاں ہیں اسرار کی پریاں۔
تمہارے دریچہء چشم کے پس منظر میں
تخلیق ہوتا ہے تقدیس کا عالم
اور ہوتی ہے تلاوت کتاب عشق کی
میں تعاقب کروں گا تمہارا
ابدیت کی آخری سرحد تک
روحوں میں بسیرا کرنے والی

اے مقدّس روشنی۔

☆

میں چلوں آبلہ پا تمہاری درگاہ کی اور
جھکا دوں گا جبینِ عشق تمہارے سنگ در پر
اور میری تقدیر کے ویرانوں میں
کِھل اُٹھیں گے خشوع وخضوع کے یاسمین وسُمن
پیش کر دوں گا ساری متاعِ حیات
جسم وجاں، فہم وادراک اور خواب
تاحدِ نظر ہوگا تیرے نور کا پَرتو
کِھل اُٹھیں ہر طرف
تمہارے فضل وکرم کے پھول
اور میرے دل کے تہہ خانوں میں
جل اُٹھیں گے تمہارے ہی نام کے چراغ
میں غوطہ زَن ہو جاؤں
تمہارے بحرِ عقیدت کی گہرائیوں میں
اور چُن لوں گا ایک ایک
تابندہ گہر

اور اچانک میری آنکھیں خیرہ ہوں
تمہارے ہی ظہور سے
اور ملے مجھے احساس
جیسے برفیلی ٹھنڈ میں نکلیں
ہزاروں سورج
اور ہوں بے ساختہ فروزاں
میری آگہی کی قندیلیں
ہر سمت گونج اُٹھیں
تمہاری عظمتوں کے درود واذ کار
میں تعاقب کروں گا تمہارا
ابدیت کی آخری سرحد تک
روحوں میں بسیرا کرنے والی
اے مقدّس روشنی۔

☆

میں یہ چاہوں کہ نیلے گنبد کے
اِس سرے پر چاند کا طلوع ہو
تم اور میں بحرِ محبت کے کنارے

خواہشوں کی تیز و تُند لہروں پر
وصل کی لذتّیں محسوس کریں
میں تمہارے وجود کے ہر رنگ کو
اپنے اوراقِ روح پر ثبت کرلوں
تُم پلاؤ اپنی گرم سانسیں
میں بھی سانسوں کے گھونٹ تُمیں ارپن کروں
تمہارے گیسوؤں کے بادلوں کو
اپنے چہرے پر میں اوڑھ تو لوں
اور تمہارے ہونٹوں کا آبِ حیات
قطرہ قطرہ اپنے لبوں کو دوں
تمہاری آنکھوں کے آسمانوں پر
میری نظروں کے باز اُڑ جائیں
تمہاری دھڑکنِ کے بالکل قریب
معرفت کے صفا و مروا کا
میری انگلیوں کو لمس ملے
میں تمہاری ذات میں سما جاؤں
تم بھی میری بانہوں میں سما جاؤ

بحرِ محبت کا خوشنما چہرہ
لذتِ وصل سے کھِل جائے
دور نیلے گنبد کے اُس ساحل پر
چاند بے ساختہ مُسکرائے
میں تعاقب کروں گا تمہارا
ابدیت کی آخری سرحد تک
روحوں میں بسیرا کرنے والی
اے مقدّس روشنی۔

☆☆☆

نخلستان

وہ جاگتی رہتی ہے رات بھر
میری آنکھوں کے برآمدے میں
جھلاتی رہتی ہے
میری نیم خوابیدہ پلکوں کا جھولا
اور گُنگُناتی رہتی ہے
خوابوں کے نوزائید بچوں کی خاطر
آفاقی لوریاں
میں بِن نیندوں کے خوابوں سا
تڑپتا رہتا ہوں اُسکی سوچوں میں
ایک نیم بسمل مجنون سا
پڑا رہتا ہوں ایک دہکتے صحرا میں
کسی ہرے بھرے نخلستان کی اُمید کے سہارے
اپنے من میں لئے
پیار کی صحرا بھر پیاس۔

☆☆☆

سرگوشیوں کے خزانے سے

پریوں کے شہر سے
آئی تھی وہ
اُس کے پاس
چہرے بھر مسکُراہٹیں تھیں
ہونٹ بھر سرگوشیاں تھیں
آنکھ بھر خواب تھے
اور دل بھر پیار تھا
اور پھر اُسکے راستے میں
آیا تھا وہ پرندہ
اُس نے
اُس بھٹکے پرندے کو
اپنے ہونٹوں کے
چشمہء زم زم سے
ایک گھونٹ پلایا

اور کھِلا دیا
دل کی پوٹلی سے یک دانہ
جب سے............
اُس پرندے کی آنکھوں میں
خوابوں کی فصلیں
لہلہانے لگیں
اُسکے میٹھے بولوں سے
کائینات کے ذرّے ذرّے میں
ارتعاش پیدا ہوتا گیا
اُس کی آواز
روح کے گہرے تہہ خانوں تک
جانے لگی
اس کے ساتھ وابستہ ہوئیں
لاتعداد اُمیدیں
آفاقی موسیقی سے آراستہ وہ آواز
عرشِ بریں کی آواز کے ساتھ مل کر
نغمہء اِلتماس بنتی گئی

نغمۂ زندگی بنتی گئی

لیکن......

لیکن آج اچانک

اُس پری نے

اپنے ہونٹوں کا وہ زمزمیں قطرہ

اور وہ محبت کا دانہ واپس مانگا

اور وہ پرندہ پھر سے

بے نام راستوں پر بھٹکنے لگا......

☆☆☆

اشرفیاں

پیار کی اتھاہ گہرائیوں سے
اُبھرتی اُسکی سرگوشیاں
جیسے دردِ زہ کے بعد کوئی صدف
لُٹاتا ہے بیش بہا موتی
اور وہ سرگوشیاں
کھنکتی رہتی ہیں
سُنہری اشرفیوں کی طرح
ایک لمبے سفر میں نکلے
کسی گُمنام مسافر کی پوٹلی میں
میرے ہی اندر کہیں۔

☆☆☆

چُپکے چُپکے

چُپکے چُپکے
پریوں کی سی سرگوشی میں
رات کی گہری خاموشی میں
کہہ دو میرے کانوں میں تم
چنچل کوئی بات میرے محبوب

چُپکے چُپکے
رات کی کوئی پایل چھنکے
جیسے میٹھی آہٹ کھنکے
خواب کی اونچی میناروں پر
گونجے تمہاری نعت میرے محبوب

چُپکے چُپکے

بادِ صبا کا جھونکا آئے

میرے بالوں کو سہلائے

پیچھے مُڑ کر جب میں دیکھوں

ہو بس تمہارا ہاتھ میرے محبوب

چُپکے چُپکے

کالے گہرے بادل چھائیں

ساون کے پرچم لہرائیں

میرے ریگِ دل پر

رحمت کی برسات میرے محبوب

چُپکے چُپکے

یادوں کی خوشبو مہکے

پیار کی ہر اک چڑیا چہکے

میری سوچوں کے گلشن میں

تیری ہی سوغات میری محبوب

چپکے چپکے
خوشیوں کی باجے شہنائی
پیار ہمارا لے انگڑائی
میرے دل کے آنگن میں اُترے
تیری ہی بارات میرے محبوب.

☆☆☆

تاناشاہی

میری ازلی آزادی کی عکاس تھی
گیہوں کے دانوں کو کھانے کی چاہ
اور تمہاری تاناشاہی کا مظہر تھا
تمہارا وہ پہلا فتویٰ
جب مُجھے جنت بدر کیا گیا
جب سے ہی پروان چڑھی ہے
غُلام بنانے کی تمہاری ضِد
اور میری آزاد پسند چاہ۔

☆☆☆

یہ کون آیا ہے چُپکے چُپکے ---

یہ کون آیا ہے چُپکے چُپکے
میرے شبستانِ دل میں آخر
کس کی خوشبو بکھر گئی
مہک گیا ہے ہر ایک منظر
یہ گیت کیسے لرز رہے ہیں
کائینات کی ہر اک زبان پر
کہ وجد میں ہے ہر ایک ذرہ
اور عقیدت کے آنسوؤں سے
ذرہ ذرہ ہے چشمِ تر
میری نظروں کے آگے پھیلا
سارا دھند لکا ہوا ہے زائل

☆

یہ کون آیا ہے چُپکے چُپکے
میرے شبستانِ دل میں آخر
میرے دل کے بام و در سے
وفا کے نغمے پھوٹ رہے ہیں
اور میری سوچوں کے گنبدوں پر
جذبات کے کبوتروں کی
اُڑان کا یہ شور و غُل ہے
یہ کس کی آمد پر ملائک تک
اپنی نظریں بچھا گئے ہیں
اور کس کے قدموں کا بوسہ لینے
سبزہ و گُل بے تاب ہیں

☆

یہ کون آیا ہے چُپکے چُپکے
میرے شبستانِ دل میں آخر
یہ کس کے چہرے کی رونقوں سے
جنّت کی رونق بھی تِلملائی

کس کی نظر کا معجزہ ہے
بہارِ دل کی یہ دلفریبی
یہ کس کی ابرو کماں کی شوخی
دھنک رنگ میں ہے جھلملائی
یہ کس ثرّیا بخت کا صدقہ
کہ میرے وجود کے آسمان پر
ہزاروں تارے ہوئے فروزاں
یہ کون آیا ہے چپکے چپکے
میرے شبستانِ دل میں آخر۔

☆☆☆

یاد

یادوں سے میری شناسائی
بادل بھر کی ہے
جب بھی میں
یاد کرتا ہوں اُسکو
آنکھوں کے آسمان سے
ایک پھُوّار برستی ہے
آبِ حیات کی چند مدماتی بوندیں۔

☆☆☆

احساس

جب بن جاتا ہے
میرا وجود
ایک پھٹا ہوا ڈھول
ہو جاتی ہیں بے پر
تخّیل کی تتلیاں
ٹوٹ جاتا ہے
احساس کا آئینہ
لہولُہان ہو جاتا ہے
سوچ کا سورج
بے ثمر ہو جاتے ہیں
آ گہی کے تمام شجر
تب اچانک سُنائی دیتی ہے
تمہاری نقرئی جھنکار
اور تھوڑی ہی دیر میں
سب کچھ ہو جاتا ہے
پہلے جیسا۔

☆☆☆

ہوشیاری

چاند نے جاتے جاتے
سرگوشی میں سورج سے کہا تھا
کالے بادل کبھی بھی دبے پاؤں
واپس آسکتے ہیں
ہوشیار رہنا۔

☆☆☆

کاک ٹیل

چاندنی رات کی گہری خامشی میں
تُمہاری معصومیت اور شوخی کے کاک ٹیل کو
اپنے جامِ تخیّل میں اُنڈھیل کر
اور اپنے لبِ احساس سے لگا کر
کوثری بیخودی کی جن رفعتوں سے
میں آشنا ہو جاتا ہوں
اُن تک پہنچنے میں
خضر کو بھی ہزاروں سال لگے ہونگے۔

☆☆☆

پہچان

میرے شہر کا
بارود سے زخمی سورج
برف سا جم گیا ہے
فہم وادراک کی ساری ساعتیں
سیاہ راتوں میں ڈھل گئی ہیں
روشنیوں کے خداوند ہونے کا
دعویٰ کرنے والے
اپنی آنکھوں کی بصارتیں
بہت سی جگہوں پر
کب کی گروی رکھ چُکے ہیں
قبیلے کا پورا قافلہ
ریگستانی طوفان میں
بے نام راستوں پر بھٹک کر
کھو چُکا ہے اپنی پہچان۔

☆☆☆

اے عروسِ بہاراں

اے عروسِ بہاراں
اس سوکھے ہوئے پیڑ پر بھی
ڈالنا ایک التفات کی نظر
کہ اس پر بھی ہریالی کی عنایات ہوں
اس کے وجود میں بھی
کھِل اُٹھیں رنگ برنگے پھول
اس کو بھی ملے سوغات
خوشبوؤں کی
اور ہو جائے یہ بھی شامل
تمہاری ہی رونقِ مملکت میں۔

☆☆☆

سُخن ور

میں جتنی بھی کوشش کرتا ہوں
اُس کو اپنے لفظوں میں سمیٹنے کی
اُسی قدر
اُس مملکتِ زباں کی شہزادی کے لئے
میرے الفاظ کی وسعت کم پڑتی ہے
اپنی سرگوشیانہ کلکاریوں سے
وہ میرے الفاظ کو چڑانے لگتی ہے
اور میرے الفاظ
اُس کی کھِلکھِلاہٹ کے سامنے
بے معنی ہوجاتے ہیں۔

☆☆☆

ہار کی لذّت

نیم خوابیدگی کی کشتی پر
خواب در خواب کے اس سفر میں
چھُپا چھُپی کے کھیل میں
لذّتِ بے بہا ملتی ہے
تُم میرے خوابوں کی جھیلوں میں
کبھی زیرِ آب چھُپتی ہو
اور کبھی سطحِ آب پر اُبھر کر
آفتابی کرن کی مانند
کھِلکھلا کر مُسکراتی ہو

میں ہر بار دانستہ ہارتا ہُوں
کہ پیار کے کھیل میں یہ لازم ہے
بار بار تُم ہی جیت جاؤ
بار بار میں ہی ہار جاؤں
ہار کی لذت کے اس سفر سے
عمر بھر سرشار ہو جاؤں۔

☆☆☆

اُمید

ہم نے حافظے کے طاق پر
ماضی کی مُسکراہٹوں کو
اُس سلیقے سے سجا رکھا ہے
کہ حال کی غیر یقینیت
اور مستقبل کے خدشات سے
بچنے کی خاطر
ضرورت پڑنے پر اُنہیں
اوڑھ تو سکیں
کچھ جی تو سکیں۔

☆☆☆

مانوسیت کے صدقے

وہ نشہ اُسکے شرابِ طہور کا ہی ہے
جو میری رگ و پے میں سما گیا
اور بن گیا وجود میرا
میری سانسوں میں وہ ڈھل گیا
میری ہی دھڑکن میں بدل گیا
وہ جو کل تک بیگانہ تھا
کل تک غیر مانوس تھا میں
اُس پیکر حسن و عشق سے
اُس کی لیلائے زلف سے
کہ جو بحرِ اسوّد کی لہریں ہیں
غیر مانوس تھا میں
اُس دریچہ چشم سے
جہاں سے کھلتے ہیں راستے

اسرار کی سلسلہ وار وادیوں کی جانب
جن میں راہِ عشق کے مسافر
دانستہ بھولتے ہیں اپنا راستہ
غیر مانوس تھا میں
اُس کتابِ رُخ سے
جس پر لکھی مقدّس آیتیں
دیوانے عاشقوں کے لئے
خودفراموشی کا وظیفہ ہیں
غیر مانوس تھا میں
اُسکی مُسکُراہٹوں سے
جو جنت کے پھوّارے ہیں
جہاں نورانی کرنوں کی بارشیں ہوتی ہیں
غیر مانوس تھا میں
اُسکے طِلسمی لہجے سے
جب وہ بولتی ہے
لفظوں کی سُنہری اشرفیاں
کھنکتی ہیں

غیر مانوس تھا میں
اُسکے مرمریں سراپا سے
جس کو دیکھنے کے بعد
میری آنکھیں
اور کچھ دیکھنے سے
ہو جاتی ہیں بے نیاز
مگر اُس کی مانوسیت کے صدقے
اُس کی دلداری کے صدقے
کہ اب
یہ زلفوں کی لہریں میری ہیں
یہ پُر اسرار بھری وادیاں میری ہیں
مقدّس آیتوں کا وظیفہ میرا ہے
نور کا پھوّارہ میرا ہے
لفظوں کی سُنہری اشرفیاں میری ہیں
اور
اُسکا مرمریں سراپا بھی میرا ہے
یہ سب میری ہی متاعِ جسم و جاں ہے

متاعِ روح و نظر ہے
متاعِ فہم و ادراک ہے
اور میں اس متاعِ بیش بہا کو
جذبہ الفت کے اس گوہرِ نایاب کو
پتّھروں کے اس شہر میں
اپنے دل کے تہہ خانوں میں چھپائے
روحانی ساعتوں کی شاہراہ پر
سرمدی نشّے سے سرشار
محوِ سفر ہوں۔

☆☆☆

پشیمانی

بے خبری کے بیاباں میں
سوالوں کے نشتر
اُنکے وجود کو
اُتنا چھلنی کرتی ہیں
کہ فہم وادراک کے دیوتا
انکی طرف پیٹھ کر کے
پشیمانی کا پسینہ بہا رہے ہیں

☆☆☆

شکوہ

میرے مولیٰ
سلب کی ہوتی اُسی وقت
میرے سوچنے کی قوّت
مفلوج کیا ہوتا
میرا فہم وادراک
جب نیلامی ہوئی تھی اُس بچے کی
تا کہ میری پوری زندگی
اُس قتلِ معصومیت کا
اور بانجھ رشتوں کا
نوحہ کرتے کرتے نہ گذرتی
بس یہی ایک شکوہ رہا ساری عمر آپ سے۔

☆☆☆

استدلال

وہ مجھے باندھنے میں
اپنے سبھی خُداؤں کی مدد لیتے ہیں
مگر میری آزادی کا دروازہ
ہر بار وہیں سے کھُلتا ہے
جہاں سے استدلال کی سرحد شروع ہوتی ہے
اور اُن کے سبھی خُداوند
استدلال سے ڈرتے ہیں
اُن میں ایک یہی کمزوری ہے۔

☆☆☆

تلچھٹ

اُس نے مجھے
تلچھٹ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے
مگر وہ کم ظرف نہیں جانتا
کہ جام میں موجود آخری چسکی
زیادہ کڑوی بھی ہوتی ہے
اور زیادہ سرور آمیز بھی۔

☆☆☆

خنجر

اُنکی چکنی چپڑی باتیں سُننے کے دوران
میری نظریں ہمیشہ
اُن کی آستینوں میں چھُپے خنجر پر ہوتی ہے
اسی لئے وہ
میری آنکھوں پر پٹی باندھنا چاہتے ہیں۔

☆☆☆

نوحہ

اُن کے دلوں میں میں نے جو
گلاب کے بیج بوئے تھے
اُن پر پھول کھل آئے ہیں
اور وہ نوحہ کر رہے ہیں۔

☆☆☆

خواب

اُس نے میری آنکھوں کو
تحفّے میں دیئے ہیں خواب
اس لئے کہ کہیں
میں حقیقت میں
اُس کا نہ ہوسکوں۔

☆☆☆

ذائقہ

دہشت کے جنگل میں
اُن کی زبانوں کو
خون کا ذائقہ بھا چُکا ہے
لہذا وہ ہر جھاڑی کو بچانے کی خاطر
جان کی بازی لگا رہے ہیں۔

☆☆☆

نشاط باغ

جن دنوں میرے شہر کی ہواؤں میں
بارود کی بو ملی ہوئی تھی
محبت کرنے والوں پر
فقیہہ شہر کے کوڑے برس رہے تھے
شہر کا کوتوال تک بھی
شکاری بن گیا تھا
اُن دنوں آپ ہی نے
جرمِ محبت کے سزاواروں کو
جائے اماں دی تھی
جن میں میں بھی شامل تھا
میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔

☆☆☆

ہُنر

اتنا چالاک تو وہ ہو چُکا ہے
کہ اپنی تلخیوں کو
مُسکُراہٹوں کا غلاف چڑھا کر
اپنے چہرے کی دیوار پر آویزاں رکھے
دوستوں کو غلط فہمیوں میں
اور اپنے کو خوش فہمیوں میں رکھنے کا
ایک تہذیب یافتہ ہُنر۔

☆☆☆

خوف

مُسکُراتے سورج سے
چور کی ازلی دشمنی ہے
کہ وہ چھپ نہیں سکتا۔

☆☆☆

دوڑ

ہم نے ساتھ ساتھ چلنے کی
قسمیں کھائی ہیں
اس کے باوجود بھی
وہ دوڑ رہی ہے
اور میں چل رہا ہوں۔

☆☆☆

سوچ

مانا کہ وہ
کسی اور کی چھت کا چاند ہے
جس کو میں دیکھ نہ سکوں گا
جس تک میں پہنچ نہ سکوں گا
جس کو میں چھو نہ سکوں گا
مگر یہ کیا کم ہے
کہ میں اُس کو
سوچ تو سکتا ہوں۔

☆☆☆

انقلاب

وہ ڈھونڈتے ہیں قتل کرنے میں کرامات
اور میں ہر موت کے بعد
ایک اور زندگی کے کینواس پر
ادراک کی لہو چھینٹوں سے
زندگی کی ایک نئی عبارت لکھتا ہوں
سرخ انقلاب۔

☆☆☆

حدِ پرواز

جب تک فضاوں میں
تتلیوں کے اُڑنے پر پابندی عاید ہے
جب تک لازمی ہے
اپنے وجود کی فضاوں میں اُڑان بھرنا
اُپنی صحتِ پرواز کی خاطر۔

☆☆☆

آنسو

اپنی ہی آنکھوں کے سمندر میں
وہ ہو جاتا ہے سوار
آنسوؤں کی کشتی پر
آنسوؤں سے اُسکی شناسائی
ازل سے ہے
وہ اُسے اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر
پورے سمندر کی سیر کراتے ہیں
اور نمک سے اُسکا رشتہ
اُسکی شعوری عمر کا ہی ہے
جو کبھی اُس کی آنکھوں سے اُمنڈ تے ہیں
کبھی اُس کے دامن کو بوسہ دیتے ہیں
اور کبھی اُس کو اپنے زخمِ دل میں ملتے ہیں
درد بھرے سمندر کے منتھن کے بعد ہی
نصیب ہوتی ہیں
آنسوؤں کی امرت بوندیں۔

☆☆☆

تشنہ لبی

تشنہ لبی کی سوغات کے لئے
تمہارا شکریہ
سرشار کرتی ہے یہ سوغات
دلوں کو
فرہادی نشے سے
اور سونپتی ہے آنکھوں کو
سرمدی خواب
اس کے طفیل ہی
آ گہی کے آسمانوں پر
کٹ جاتا ہے صدیوں کا سفر
چند ساعتوں میں
مہمیز دیتی ہے
سوچ کو
تمہاری دی ہوئی تشنہ لبی۔

☆☆☆

پروردگار

وہ سورج کی طرف
زہر میں ڈبوئے تیر پھینکتے ہیں
اپنی بے وقوفی کے کارنامے
ہواؤں کی لہروں پر رقم کرتے ہیں
ہم ہر بار اپنے پروردگار سے
عمر درازی کی دعا مانگتے ہیں
یہی وجہ ہے کہ وہ مردہ ہیں
اور ہم زندہ ۔

☆☆☆

لغزشِ پا

لغزشِ پا کی لذتیں
آشنا کرتی ہیں اُن راستوں سے
جو پہنچ جاتے ہیں
سقراطؔ کے شہر سے ہوتے ہوئے
عُمرِ خیامؔ کے آبائی گاؤں تک
جن کی زمینوں پر شاعری کی تھی
مرزا غالبؔ نے
فینیؔ کے ہونٹوں کا بوسہ لیا تھا
جان کیٹسؔ نے
اور ان ہی راستوں میں منصورؔ کو

اپنی ہی من کی وادیوں میں
اپنے ریوڑ کا چرواہا ملا تھا
نئے راستوں کو کھوجنے
اور نئی منزلوں کو پانے کے لئے
شرطِ اول ہے
لغزشِ پا۔

☆☆☆

فلسفہ

میں صرف اُسکا ایک
خیال ہوں
جبکہ وہ مُجھے
پورا فلسفہ سمجھ رہی ہے
اور میں بھی اُس کی اس
غلط فہمی پر خوش ہوں۔

☆☆☆

دردِ عشق

آسمانوں کی عظیم وسعتوں سے
ایک نوزائید بچے کی طرح
نازل ہوتا ہے دردِ عشق
اور میں جھلاتا ہوں اُس کو
اپنی آنکھوں کی پُتلیوں کے
جھولے میں
اور کرتا ہوں ایک آفاقی رقص
چھُپاتا ہوں میں اُس کو
اپنے من کی تہوں میں
پالتا ہوں اُسکو
اپنے دل کی غذا سے
پوستا ہوں اُسکو
اپنے روح کی پوشاک سے
اُس کے وجود سے
مہکتا ہے میرا وجود
وسعتیں پاتی ہے میری کائینات۔

☆☆☆

سقراط

برہنہ لمحوں کی چوکھٹ پر
چاہتوں کی سوغات لئے
ہم نے کتنی بار دستک دی
لیکن بے رحم وقت نے ہر بار
سقراط کی موت کا حوالہ دیکر
ہم کو واپس لُٹا دیا۔

☆☆☆

شادی

ایک قدیم افریقی غلام کی مانند
وہ اپنے من کی تنگ وتاریک کوٹھری میں
شرم وحیاہ کی بیڑیوں میں جکڑی
وقت کے دوش پر آنے والے
خدشات کو سوچ کر سہمی ہوئی ہے
اور دوسرے کمرے میں
شادیوں کے دلال کے ساتھ
اُسکے رشتہ دار نُما درندے
جذبوں کا مول بھاو کرنے میں
مصروف ہیں۔

☆☆☆

ہائیکو

دھڑکن دِل کی
یادوں کی پازیب باندھے
خاموشی سے تھِرکی

☆

بہار کی آنچ
آئینہ دل پر پڑی
آنکھ میں کانچ

☆

ٹھِٹھر رہا تھا
میرے زمستانِ دل میں

خود اُسکا سورج۔

☆

جل رہی ہے
پربت مالا کے بیچ
دہشت کی آگ۔

☆

نفرت کی دھول
اُگا سکتی ہے صرف
دہشت کے پھول۔

☆☆☆

غافل

شہر کے مرکزی چوک پر
وہ ہر روز اپنے خداوند کو
ننگا کر کے سولی چڑھاتے ہیں
اور اُلٹا ہمیں کافر ہونے کا تعنہ دیتے ہیں
کتنے غافل ہیں وہ۔

☆☆☆

کچے زخم

کچی عمر کی لڑکیاں
جذبات کی دہلیز پر
ہمیشہ ایسے زخم دیتی ہیں
جو نہ ہی بھرتے ہیں
اور نہ ہی رِستے ہیں
بلکہ عمر بھر کچّے رہ کر
چیختے رہتے ہیں
خاموشی سے۔

☆☆☆

آنکھ

وہ کھڑکی ہر روز
آنکھ میں ڈھل جاتی ہے
اور ہر روز اُس چوراہے پر
ایک پرندہ اپنی حدِ پرواز
بھول جاتا ہے۔

☆☆☆

چَس اور چاہت

رات کی مٹ میلی بساط پر
خوابوں کے پیادوں سے
چَس کھیلنا
اور بے خوابیدہ گی کو
مات دینا
اُتنا ہی مشکل ہوتا ہے
جتنا تمہارے خیالوں میں کھو کر
صحیح سلامت واپس لوٹ آنا۔
تمہارا خیال مجھے ہمیشہ
اُن بے نام راستوں پر لے جاتا ہے
جہاں زندگی کو چَس کی طرح نہیں
بلکہ چاہت کی طرح کھیلا جاتا ہے
یہ الگ بات ہے کہ
مجھے وہاں بھی اکثر اوقات
بے خوابیدہ گی ہی ہاتھ آتی ہے۔

☆☆☆

فتویٰ

میرے شہر میں دن رات جو لوگ
اوروں کو پردے میں رہنے کا فتویٰ دیتے ہیں
میری باز نظریں اُنہیں
اکثر برہنگی کی آخری حدیں پھلانگتے دیکھتی ہیں
آخر یہ منافقت ہے یا منافع خوری؟
کوئی کچھ نہیں کہتا۔

☆☆☆

ہم سفر

آگہی کے جنگلوں میں
ہر جگہ ملتے ہیں
اُس کے قدموں کے نشان
وہ اکثر رہتے ہیں اُن گلستانوں میں
جہاں کھلتے ہیں جذبات کے پھول
بجتی ہیں بھروسے کی گھنٹیاں
گونجتی ہیں عقیدت کی ازانیں
میں برسوں پہلے نکلا تھا اُس کو ڈھونڈنے

میرے من کی جیب میں
زادِ راہ کے طور پر تھا بس
اُس سے ملنے کا ایک لمحہء انبساط
اور میں چل رہا تھا آبلہ پا
اس عشق کی آگ کے راستے پر
لمحات کی ٹھیکریاں
میرے پاوں کی ٹھوکروں پر
رقصاں تھیں
اور میری منزلیں میرے قدموں کا
لی رہی تھیں بوسہ
اُس کے شہر تک آتے آتے
میرے بالوں میں اُگ آئی تھی چاندی
اور سُکڑ گئی تھی میری سانسوں کی ڈور
کیسے مزاجوں کی طرح
بدل جاتے ہیں دلوں کے پُر اسرار سفر
میں نے جذبات کے سفر میں
آخری دریا بھی پار کیا تھا

اور جلانے کے لئے میرے پاس
کوئی کشتی نہ تھی

جب میرے سفر کا سورج
شفق کی سُرخی میں ڈوب رہا تھا
اور میری خوابیدہ پلکیں
جھپکنے سے انکاری ہو رہی تھیں
مجھے پتہ چلا اُسی وقت کہ وہ
پورے سفر کے دوران
میرا ہی ہم سفر رہا تھا۔

☆☆☆

من۔ پوکھری

وہ آجاتی ہے سرِ شام
رات کے آنے سے بہت پہلے
بیٹھ جاتی ہے
میری آنکھوں کے برآمدے میں
اور بچھا دیتی ہے
خوش رنگ خوابوں کا طِلسم
آسمانی، گلابی، زعفرانی، بیگنی
نارنگی، لال اور سُنہرے خواب
اُس کی آنکھوں میں ہے جادو
اور ہاتھوں میں مارنے کا ہُنر

وہ شراپ دیتی ہے نیندوں کو
اور رات کی پیٹھ پر
مارتی رہتی ہے اپنا چابک
آدھی رات کو وہ اُترتی ہے
میرے من کی گہرائیوں میں
اور سمیٹتی ہے اپنی نیلی آنکھوں میں
میری من کی پوکھری میں چھپی
خوائیشات کی ساری رنگین مچھلیاں
وہ ہر رات ایسا کرتی ہے
اور صبح ہوتے ہی
دبے پاؤں چلی جاتی ہے واپس
پریوں کے شہر
اور میں ہر دن
پھر سے بھر دیتا ہوں
خوائیشات کی خوش رنگ مچھلیوں سے
اپنی من۔پوکھری۔

☆☆☆

قربانی

اُنہوں نے اپنے رشتوں کے گملے میں
میرے بچپن کی ہنسی کو
کھاد کے بدلے ڈال دیا تھا
اب اُن کے گملے میں
خوش رنگ پھول تو کِھل رہے ہیں
مگر میرے چہرے کی ہنسی
پھر کبھی نہ کِھل سکی۔

☆☆☆

زندگی

زندگی کی تلخیوں کو
تلخ پانی کی طرح پی کر
مست ہونے کا سلیقہ
اُس کو اُسی وقت سے آیا تھا
جب سے زندگی کے تیر
اُس کے سینے کے ساتھ
لپٹنے لگے تھے۔

☆☆☆

قتل

قاضی کے ہاتھوں
دو گواہوں کی موجودگی میں
رشتہ داروں کی مرضی سے
دو جسموں کی ہوتی ہے شادی
اور اکثر
دو دلوں کا قتل۔

☆☆☆

غیر یقینیت

خوف اور غیر یقینی کی
گہری کالی چادر اوڑھے
سرِ شام ہی سو جاتا ہے وہ شہر
میرے لفظوں کے سحر خواں کی آواز
اُس تک کبھی نہیں پہنچ پاتی۔

☆☆☆

بے چہرہ گی

وہ کھو چُکا ہے اپنا چہرہ
اندھوں کے شہر میں
آئینہ بانٹنے کی حماقت کا شاخسانہ۔

☆☆☆

ضمیر

خودداری کا ہنس
چونچ مارتا رہتا ہے ہمیشہ
میرے ضمیر کے جھیل پانی پر
میری چپی کو توڑنے کی خاطر۔
رات کے اندھیرے آسمان کی گہرائی میں
کہیں چمکنے لگتا ہے
دوپہر کا سورج
تخلیق کرتی ہیں کرنوں کی بوندیں
اُسی پسِ منظر میں
ایک طلسماتی منظر
میرے ہی اندر کہیں بکھر جاتی ہے
میرے خوابوں کی میلی گٹھری۔

☆☆☆

باغی

میری ملاقات ہر تنہائی میں ہوتی ہے
اُس پَر کٹے پرندے کے ساتھ
جس نے بچپن سے بوڑھاپے تک کا سفر
جوانی کے پڑاو سے گزرے بغیر ہی طے کیا
اور بخوبی سیکھ گیا
غصّے کی آگ کو بھرنا
بغاوت کی نسّوں میں
اور اپنے کٹے ہوئے پَر کو
پتوار کی طرح چلانے کا ہُنر۔

☆☆☆

لاچاری

اُنکے رہنماوں نے
اُتنی مسخ کی ہے اُنکی شناخت
کہ اب ہر راہ چلتا
اُن پر پتھر پھینک رہا ہے۔

☆☆☆

زخمّوں کے گیت

دردکی دوشیزائیں
پیارکاپوشاک پہنے
بھاندرہی ہیں زخمّوں کے گیت
شام تارے کاچنچل پرندہ
اپنی دھُن میں گارہاہے
اندھیرے کاساراسُرمہ
رات کی آنکھوں میں
دھیرے دھیرے پھیل رہاہے
میرے ہی اندرکہیں
ایک سہاناپریوں کاخواب

نیند کے چھیدوں سے جھانک رہا ہے
لیکن پھر بھی کوہِ کاف دور ہے
پرتوئے زیست انگڑائیاں لے رہی ہے
پازیب کے گھنگھرو بنی ہیں
درد کی تانیں
میرے ہی اندر کہیں۔

☆☆☆

دُکھ

دُکھ بوڑھی اماں کی
سوجھی آنکھوں کے کونوں میں
اٹکی وہ بوندیں ہیں
جو نہ ہی برس جاتی ہیں
اور نہ ہی خُشک ہو جاتی ہیں

دُکھ میری یاداشت کے طاق پر رکھا
رشتوں کا وہ سانپ بھرا پٹارا ہے
جس نے ایک معصوم بچے کو ہمیشہ
نیند میں ڈرایا ہے۔

دُکھ میرے چھوٹے بیٹے کے گردوں میں
مُسلسل بننے والے وہ پتھر ہیں
جو ہمیشہ میری نیندوں میں
نیزوں کی طرح چُبھتے ہیں
اور میرے خوابوں کو لہولہاں کرتے ہیں

دُکھ جذبات کی ٹہنی پر
پھوٹنے والی وہ پہلی کلی ہے
جس کے نصیب میں گُلدان نہیں
بلکہ کوڑے داں لکھا گیا۔

☆☆☆

NOTE → Pages numbering is not in systematic way.



ندا نوازؔ

تاریخِ پیدائش: 3 فروری 1963

تعلیم : ایم۔اے۔اُردو، نفسیات، ہندی۔(پی ایچ ڈی)

مطبوعات: ''اِکھشر اَکھشر رکت بھرا''۔(ہندی شعری مجموعہ) -1997۔

''برف اور آگ''(ہندی شعری مجموعہ)۔2015

''سِسکیاں لیتا سورگ''(ہندی ڈائیری)۔2015

"انیشچیتا کے سایے میں" (ہندی کہانیاں۔) ۔

نائب مُدیر انگریزی روزنامہ " مونٹین ویو" 1989 سے 1991 تک۔

ساہتیہ اکاڈمی کے لئے کشمیری شاعری کا ہندی ترجمہ "اُجلا راج مارگ"

قومی سطح کے سبھی بڑے ہندی جریدوں بشمولِ ساہتیہ اکادمی کے "سمکالین بھارتیہ ساہتیہ" میں مُسلسل ہندی ڈایئری، نظمیں اور کہانیاں چھپ رہی ہیں۔

پچھلے لگ بھگ 28 برسوں سے ریڈیو کشمیر سری نگر کے اداریہ پروگرام "آج کی بات" کی تحریر۔2016 کے دوران بی۔بی۔سی ہندی سروس کے لئے ''کشمیر اور کرفیو'' کے نام سے سلسلہ وار پروگراموں کی تحریر۔

اعزازات : مرکزی وزارت برائے فروغِ انسانی وسائل کی طرف سے ہندی شعری مجموعے کو غیر ہندی علاقوں کا قومی ایوارڈ، ہندی ساہتیہ سمیلن پراگ کی طرف سے ساہتیہ پربھاکر اعزاز، میتھلی شرن گپت ایوارڈ، بھاشا سنگم آلہ آباد اُتر پردیش اور ہندی کشمیری سنگم کی طرف سے یگ کوی دینا ناتھ نادم اور للہ دید ساہتیہ سمان۔2016 کا ڈاکٹر شیو کُمار مشرا کہانی اعزاز۔

پتہ: ندا نواز۔نزدیک ٹیلی فون ایکسچینج، ایکسچینج کالونی۔پلوامہ۔کشمیر۔192301

موبایل: 09797831595,07006610936

ای۔میل : nidanawazbhat@gmail.com / nidanawaz27@yahoo.com

drnidanawaz@gmail.com

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

